نگاہ اولین

امن وامان کی فراہمی اولین ضرورت

مدیر التحریر

بلوچستان میں علیٰحدگی کا لاوا پک رہا ہے اور حکومت کے کانوں میں جوں تک نہیں رینگتی۔ کبھی کبھار نام لیے بغیر بھارت پر الزام عائد کیا جاتا ہے، پھر امریکہ کی رضا جوئی میں اسے ''پسندیدہ ترین ملک'' قرار دے کر اس الزام سے معافی مانگی جاتی ہے۔ لیکن بلوچی بھائیوں کے مسائل کے حل میں کوئی سنجیدہ پیشرفت نہیں ہوتی۔

ایک رکن پارلیمنٹ کی قرارداد کی شکل میں اس تحریک کی صدائے بازگشت امریکہ میں سنائی دیتی ہے تو چند روز شور وغوغا کر کے پھر خوابِ خرگوش کے مزے لوٹنے لگتے ہیں۔

سندھ میں سرکاری پارٹی اپنی حکومت قائم رکھنے کی خاطر ایم کیو ایم کی ناز برداری پر مجبور ہے، وہاں سابق ڈکٹیٹر پرویز بھی دہشت گردی کے ذریعے ''اپنی طاقت کا لوہا'' منوا چکا ہے اور ہر سمت سے یہی سلسلہ جاری وساری ہے۔ ملک کے اہم ترین شہر کراچی میں صبح نہا دھو کر گھر سے نکلنے والے کسی بھی شخص کو بخیریت لوٹنے کا پتہ نہیں۔

2005ء کے دہشت گردانہ سانحے کے بعد گلگت میں **''امن جرگہ''** نہایت فعال ہو کر قیام امن کے لیے گرانقدر خدمات سرانجام دے رہا تھا۔ پھر نادیدہ ہاتھوں نے امن جرگہ کو ناکامی سے دوچار کر دیا اور بدامنی کو پھر فروغ دیا۔ نیز گرفتار دہشت گردوں کو قرار واقعی سزا نہ ملنے سے بھی قیام امن کی کوششوں کو شدید دھچکا لگا۔

فروری 2012ء میں گلگت کے علاقوں میں شناختی کارڈ چیک کر کے قتل کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا اور چند دنوں کے اندر مختلف واقعات میں 7 افراد ہلاک ہوئے۔ یہ واقعہ موجودہ دہشت گردی کی اساس بن گیا۔

28 فروری کو گلگت کی دہشت گردی کا ردِعمل کوہستان کے علاقے میں ظاہر ہوا۔ مسافروں کا شناختی کارڈ چیک کر کے بلتستان والوں کو چھوڑ دیا گیا اور گلگت کے 17 بیچارے لوگوں کو گولیوں سے بھون دیا گیا۔ اس خونچکاں دہشت گردانہ واقعے پر بہت زور شور اٹھا تو حکومت نے مظلوموں کے اکثر مطالبات پورے کیے؛ لیکن مجرموں کی گرفتاری میں حسب روایت تا حال کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

3 اپریل کو اتحاد چوک گلگت شہر میں اہل سنت والجماعت کے پرامن جلوس پر تین بموں سے حملہ کیا گیا۔ جس

میں 6 شہید اور 45 سے زیادہ زخمی ہو گئے۔ اس طرح امن کا خواب پھر ادھورا رہ گیا۔ میڈیا نے اس پر پردہ ڈالا، حکومت بھی ان مظلوموں کی داد رسی میں خلوص ثابت نہ کر سکی۔ جس نے بدامنی کو فوراً مہمیز دیا اور گھنٹوں کے اندر اس دہشت گردی کا ردِعمل چلاس کے علاقے میں ظاہر ہوا، جس میں بڑی بیدردی سے 10 افراد لقمہ اجل بنائے گئے۔ انوکھی اور افسوسناک بات یہ ہے کہ ان میں بلتستان کے 7 افراد بھی شامل تھے۔

گلگت شہر میں کرفیو نافذ کر کے حالات پر کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ سانحہ چلاس کے ملزمین کی گرفتاری میں وہاں کے امن جرگہ نے بھرپور تعاون کیا۔ نیز چلاس کے شہریوں نے اس موقع پر سینکڑوں مسافروں کو پناہ دے کر انسانیت کی لاج رکھ لی۔ اور انہیں بحفاظت جگلوٹ پہنچا کر حکام کے حوالے کر دیا۔

گلگت شہر میں فرقہ وارانہ دہشت گردی کی تاریخ پرانی ہے۔ پہلے اس کے اسباب پر تبصرہ کرتے ہوئے ہر کوئی اپنے مقصد و مطلب کی بات کرتا تھا۔ جن میں سے ''**جمہوری حقوق سے محرومیت**'' کو بہت زیادہ پذیرائی ملی۔ موجودہ حکومت نے اسی ''**محرومیت**'' کے ازالے کی خاطر **گلگت بلتستان کو صوبائی حیثیت** دے کر مقامی حکومت تشکیل دی، اس کا تقاضا تھا کہ فرقہ وارانہ کشیدگی ختم ہو جاتی۔ لیکن گلگت بلتستان میں مقامی حکومت بننے کے بعد اگر کسی شعبے کو نمایاں ترقی ملی ہے تو بصد افسوس وہ ''مذہبی دہشت گردی'' کا شعبہ ہے۔ جبکہ تمام سرکاری وسائل حکمرانوں کی عیاشی پر خرچ ہونے کی وجہ سے کسی بھی مفید شعبے میں ترقی نہ ہو سکی۔ حتیٰ کہ غریب عوام کی ''**قوت لایموت**'' کو حاصل سبسڈی میں کمی کی گئی، جو بتدریج ختم کرنے کی طرف پہلا قدم ہے۔ اس پر مستزاد **ٹیکس** لگانے کا انتظام بھی ہو رہا ہے، اس طرح غریب عوام کو ''صوبائی حیثیت'' کی بہت ''بھاری قیمت'' چکانی پڑے گی۔ بالفاظِ دیگر پرانے راجاؤں کا سا دور واپس آئے گا، جس سے نجات کا سہرا پی پی حکومت کے سر تھا۔ اب اس کی واپسی کا بیڑا بھی پی پی اٹھانے لگی ہے۔

گلگت بلتستان میں روزانہ سینکڑوں ٹرک ملک کے شہروں سے سامان لاد کر لاتے اور سال کے دس ماہ بالکل خالی واپس چلے جاتے ہیں۔ گویا یہاں کے غریب عوام نے جان جوکھوں میں ڈال کر اس سرحدی علاقے کو آباد رکھا ہوا ہے۔ لہٰذا یہاں کے عوام کو نہ صرف **امن وامان کی نعمت** ٹیکس کی شکل میں **قیمت** لیے بغیر ملنا چاہیے؛ بلکہ **اہم اشیائے ضرورت** بھی رعایتی قیمت پر فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ ضروری ہو تو اس کے اخراجات یہاں کے دریاؤں کی رائلٹی سے پورے کیے جائیں۔ ''**امن**'' اولین ضرورت ہے اور ''**سبسڈی**'' ثانوی۔ ان

بنیادی ضروریات کے لیے ''جمہوری وصوبائی حقوق'' کی قربانی بھی دینی پڑے تو چنداں مضائقہ نہیں ہے۔

''دہشت گردی'' خواہ کسی نوعیت کی ہو، سرکاری رٹ قائم کرنے اور امن وامان کو فروغ دینے کی راہ میں رائج الوقت ''جمہوریت'' ہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے؛ جبکہ بیوقوفوں کی اکثریت اسی ''جمہوریت'' میں تمام ملکی وقومی مسائل کا حل پنہاں ہونے کا ''عقیدہ'' رکھتی ہے۔

سیاسی حکومت جب دوسری سیاسی پارٹیوں کی مرہون منت ہوتی ہے تو ان پارٹیوں کی حمایت ''خریدنے'' پر مجبور ہو جاتی ہے، اس کی قیمت میں صرف وزارتوں اور مالی مفادات پر اکتفا ہوسکتا تو ملک عزیز کا وجود خطرے میں نہ پڑتا؛ لیکن اس مد میں مختلف نوعیت کی دہشت گردیوں کی پشت پناہی بھی کرنی پڑتی ہے، جیسے صوبہ سندھ اور بلوچستان وغیرہ میں ہر کسی کو نظر آرہا ہے۔ جب حکومت خود اپنے جمہوری مقاصد کی خاطر آزادی کے دشمنوں سے سمجھوتہ کر لیتی ہے، تو بیچاری انتظامیہ کے بے بس ہونے میں کتنی دیر لگے گی! پھر حکومت اپنا قبلہ درست کرنے کے بجائے چند ملازمین کو برطرف کر کے عوام کو بیوقوف بناتی ہے۔

حکومت اور عوام کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں۔ انہیں یہ بھولنا نہیں چاہیے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے متعصب صلیب پرست ''دوست'' امریکہ نے ہمارے وطن کو ناکام ریاست بنانے کی جو تاریخ مقرر کی تھی وہ بالکل قریب آرہی ہے اور وطن عزیز کے بیشتر داخلی وخارجی امور اسی سمت میں آگے بڑھتے نظر آرہے ہیں۔ حکمرانوں کو روز افزوں مہنگائی سے مالی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ روز افزوں مذہبی، سیاسی ولسانی دہشت گردیوں سے بھی در پردہ اوباما کی تھپکیاں حاصل ہوسکتی ہیں؛ جو امریکہ پرستوں کے تمام دکھوں کا مداوا اور ہر زخم کا مرہم ہے۔

مذہبی دہشت گردی دیگر اقسام کی دہشت گردیوں سے کہیں بڑھ کر دوررس اور دیرپا اثرات مرتب کرتی ہے۔ یہ ایسا خطرناک ایشو ہے، جس کی آڑ میں ہر فرقے کے دہشت گردوں کو اسی فرقے کے بیشتر سرکاری افسروں سیاسی نمائندوں، بعض علماء اور سارے عوام کی ہمدردیاں حاصل ہوتی ہیں۔ کہنے کو تو ''امن کمیٹیاں'' بنائی جاتی ہیں اور مذہبی رواداری کے حق میں بھانت بھانت کی بولیاں بولی جاتی ہیں؛ لیکن وقت آنے پر کوئی بھی فرقہ حصول امن کے لیے اپنے دہشت گردوں کی قربانی دینا گوارا نہیں کرتا۔

جنوری 2005ء کے واقعے میں سکردو کے مذہبی دہشت گردوں کو جس قدر سیاسی اور مذہبی حمایت حاصل ہوئی وہ تو ان شعبوں کی پیشہ ورانہ کمزوری ہے۔ لیکن خلاف توقع جو سرکاری وعدالتی حمایت حاصل ہوئی، اس نے

دہشت گردانہ جنون کے لیے کھاد کا کام دیا ہے۔ حکومت نے بڑی دیر کے بعد سہی' دہشت گردی کے متأثرین کے مالی نقصانات کے ازالے میں اپنا فرض ادا کیا؛ جو کہ ان کا حق تھا۔لیکن سکردو میں دہشت گردی کے گرفتار ملزموں پر پرنس آغا خان کی رضا جوئی کے بہانے دہشت گردی کے ایکٹ ہی کو ختم کر کے ملزموں کو بری کر دیا گیا۔ کیا اس طرح ''مذہبی'' دہشت گردی کو ''ریاستی'' کا رتبہ حاصل ہونے میں کوئی شک ہے؟!

یہی جنون 6 اپریل کو سکردو میں مرکز اسلامی اور بعض نوربخشیہ واہل سنت آبادی پر حملوں کا محرک بنا۔ پھر طرفہ تماشا یہ کہ دہشت گردوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی، اس کے برعکس قانون کے مطابق سکیورٹی فرائض ادا کرنے والے فوجیوں کو ڈیوٹی سے ہٹا کر مقامی ناردرن سکاؤٹس تعینات کیے گئے۔

غالباً سرکاری پروٹوکول میں بلٹ پروف جیکٹ پہن کر بلٹ پروف گاڑیوں کے جلوس میں سفر کرنے والے حکمرانوں کو اس بات کا کوئی اندازہ نہیں ہوتا کہ اس طرح کے اقدامات سے دہشت گردی کو کس قدر فروغ حاصل ہوتا ہے۔ نہتے عوام کا سکھ چین کس طرح تباہ ہوتا ہے اور امن ومروت کی کس حد تک مٹی پلید ہوتی ہے۔ اگر انہیں اس بات کا کما حقہ احساس ہوتا تو ہرگز ایسا اقدام نہ کرتے جس سے ملک دشمن قوتوں کے مکروہ عزائم کی آبیاری ہوتی ہے۔

ایسے منفی اقدامات یقیناً سیاسی قیادتوں کو ووٹ بنک میں اضافے کی نوید دیتے ہیں، مذہبی قائدین کی پگڑیاں اونچی کر دیتے ہیں، اکثریتی آبادی کی نظروں میں انتظامی افسروں کی ناک بہت اونچی کرتے ہیں۔شاید حکمرانوں کو اوباما، ٹونی اور یاہو کی درپردہ تھپکیاں بھی حاصل ہوتی ہوں گی؛ لیکن دہشت زدہ مظلوموں پر اپنی نہتا پنی اور تعداد کی قلت پر ''**جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات**'' کا فیصلہ نافذ کرتے ہیں۔نوبت بانجا رسید کہ دہشت زدہ مظلومین دہشت گردوں کے خلاف رپورٹ کرنے اور گواہی دینے سے بھی ہچکچانے لگے ہیں۔ امن وامان، انسانیت ومروت اور مذہبی رواداری کے جنازے بڑے دھوم سے اٹھتے ہیں۔

فرقہ وارانہ دہشت گردی کو فروغ دینے والے انہی اقدامات نے اب اس جنون کو گلگت شہر کے حدود سے باہر پھیلا دیا ہے۔اور نعوذ باللہ یہ مکروہ سلسلہ جاری رہا تو اس لعنت کو ملک کے پورے طول وعرض میں پھیلنے سے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکے گی۔اور وطن عزیز کو ناکام ریاست بنانے کی خواہش رکھنے والے دشمنوں کے ہاں گھی کے چراغ جلیں گے۔

موجودہ قابل مذمت روش کو ہوا دینے میں "میڈیا" کا کردار بھی کسی فریق سے کم نہیں۔ ان کا کوہستان وچلاس کے مظلومین سے اظہار ہمدردی تو بالکل بجا ہے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ہم بھی ان کا بھرپور ساتھ دے چکے ہیں اور دیتے رہیں گے۔ لیکن گلگت سے ہونے والی شرارت کی ابتدا، پھر اتحاد چوک میں ہونے والی دہشت گردی کو طاقِ نسیان میں دبائے رکھنا اور اہلیان چلاس کا سینکڑوں مسافروں کو بحفاظت جگلوٹ پہنچانے کا شایانِ شان تذکرہ نہ کرنا صحافت کے زرین اصولوں کے منافی نہیں تو کیا ہے؟

معاشرے کے اس ذمہ دار ترین گروہ کو چاہیے کہ خواہش کو خبر بنانے اور جانبداری کرنے سے باز آجائے۔ ان دہشت گردانہ واقعات میں گلگت شہر کے فسادات کا بنیادی کردار ہے، جہاں امن وامان کا قیام ہمیشہ سے یکطرفہ کارروائی اور جانبداری کے ہتھے چڑھ کر ناکام ونامراد ہورہا ہے۔ حکومت ایک فریق کی چکنی چپڑی باتوں سے فریفتہ ہوکر دل اور زبان میں یگانگت رکھنے والوں کو دبائے رکھنے کی پالیسی پر گامزن رہتی ہے۔ اور سینکڑوں بار کے تجربات کے باوجود یہ حقیقت نظرانداز کرتی ہے کہ:

"عدل وانصاف قائم کیے بغیر امن ورواداری ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی۔"

ان افسوسناک سانحوں میں پروپیگنڈوں نے بھی جلتی پر تیل کا کام کیا۔ بیسیوں افراد کی ہلاکت کی روح فرسا خبریں گشت کرتی رہیں، جس نے تمام لوگوں کو بے چین ومضطرب رکھا۔ ایس ایم ایس کے ذریعے بھی اشتعال دلانے کی دانستہ کوشش کی گئی۔ جب صورتحال واضح ہوئی تو معلوم ہوا کہ بدنیت انتہا پسندوں نے بات کو بتنگڑ بنا رکھا تھا۔ حکومت کو چاہیے کہ ایسے پروپیگنڈا کرنے والوں کا فوری پتہ کرکے دہشت گردی کا مقدمہ قائم کرلے۔

اگر ہمیں اپنے وطن عزیز کو خطرناک بین الاقوامی دشمنوں کے مکروہ عزائم سے محفوظ رکھنا ہے، تو پہلے اس سرزمین کو "آستین کے سانپوں" سے پاک کرنا ضروری ہے۔ دہشت گرد اور انتہا پسند ہر معاشرے میں اکا دکا افراد ہوتے ہیں؛ وہ کسی بھی سطح پر ہمدردی اور حمایت کے حقدار نہیں۔ حکومت اور سیاسی ومذہبی قائدین ان کی حمایت ترک کریں تو انسانی معاشرے کو ان درندہ صفت دہشت گردوں کے وجود سے پاک کرنا بہت آسان ہے۔ اگر وطن عزیز کی آزادی کا تحفظ مطلوب ہے تو اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔